عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

جمادی الاوّل ۱۴۲۹ھ/مئی ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد: ششم

شمارہ: 9

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

نماز (آٹھویں قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

تہجد کا التزام ازبس ضروری ہے۔یہی مفتاح اسرار ہے۔اگر رات کو احیاناً ناغہ ہوجائے تو بوقت چاشت بارہ رکعتیں پڑھیں۔

ایک صاحب کو لکھتے ہیں،

''نماز پنجگانہ باجماعت اور تلاوت اور تہجد وذکر کا اہتمام چاہیے۔استقامت اور مداومت حصول مقصد کا سب سے کارگر ذریعہ ہے اگر نیند کا غلبہ ہو تو نوافل تہجد کی جگہ پر دن کو (بارہ رکعات) بعد اشراق پڑھیں۔یا نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے پڑھیں۔''

ایک مکتوب میں ہے،''تہجد کا اہتمام جاری رکھیں۔''

ان ہی کے ایک اور خط میں ہے:

''خوشی کی بات ہے کہ آپ تہجد پڑھتے ہیں۔پہلے جب کبھی آپ کو تہجد کا موقع ملتا تھا اس وقت دعا کی طرف جو توجہ اور جو گریہ ہوتا تھا وہ کبھی کبھی پڑھنے کی وجہ سے تھا۔اب مداومت سے پڑھنے پر جو وہ کیفیت روزانہ نہیں ہوتی تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ ایسے ہی ہے کہ جس کو کبھی کبھی پلاؤ کھانے کو ملتا ہے تو اس میں اس کو بہت مزہ ملتا ہے۔لیکن جب وہی غذا کسی کو روزانہ ملنے لگے تو وہ مزہ نہیں ملتا،مساوات ہوجاتی ہے۔پھر گریہ سے تہجد کی مداومت ہزار بہتر اور شکر کے قابل ہے۔''

ایک مولوی صاحب نے (جنہیں حضرت والا قدس سرہ سے ارادت کا بھی تعلق تھا) تہجد کے تعلق ایک استفتاء حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیجا۔حضرت سیدی نور اللہ مرقدہ کا جواب چونکہ تہجد کی اہمیت پر برہان ساطع ہے۔اس لئے استفتاء و جواب دونوں نقل کرتا ہوں:

استفتاء:۔''نماز تہجد کا مرتبہ محدثین وفقہا کے نزدیک کیا ہے۔اس پر دوام اور لزوم کرنے والا مثیب ہوگا یا مسئی،اور یہ نماز نوافل سے ہے یا سنن مؤکدات سے ہے،اگر نوافل سے ہے تو حدیث صحیح عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 'علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم و ہو

قربۃ لکم الی ربّکم و مکفرۃ للسیأت و منھاۃ عن الا ثم (رواہ الترمذی) کا منشاء صحیح کیا ہوگا اور مالا کی اس عبارت کا جواب کیا ہوگا۔

”نماز تہجد سنت مؤکدہ است پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گاہے ترک نفرمود اگر احیاناً فوت شدہ دوازدہ رکعت در روز قضا فرمود۔“

کسی مولوی صاحب کا فرمانا ہے کہ یہ نماز امت کے لیے نہیں یہ جناب رسا تمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھی لہذا اگر کوئی شخص اس کو اپنے اوپر لازم کرے گا اور مداومت کے ساتھ ادا کرے گا اور گاہے قصداً ترک نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

مولوی مذکور کا قول ضلالت پر مبنی ہے یا ہدایت پر۔ محدثین وفقہا کی تصریحات کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔“

جواب شیخ:۔

”استفتاء مفتی سے لیں اور تعلیم شیخ سے، دونوں کا ایک سے نہیں ہو سکتے۔ یہ حدیث مؤکدیت کے خلاف تو نہیں، ”علیکم“ تو لزوم پر دال ہے۔ بہر حال تہجد عجیب عبادت ہے جس پر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً دوام فرمایا ہے۔ اس لئے سنت مؤکدہ کی تعریف اس پر صادق ہے البتہ قولاً تاکید نہیں فرمائی۔ شفقۃً علی الامت، مگر اپنے عمل سے اس کو مؤکد ثابت کر دیا، اب اہل محبت کے لیے کیا گنجائش ہے۔ فضائل اعمال کے اکتساب کا سبق محدثین سے نہ لیں، محبین سے لیں۔“

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ عجیب مشفقانہ وحکیمانہ انداز میں تہجد کی تاکید فرماتے تھے اور طالبین کے عذرات کو رفع فرماتے تھے۔ ایک مسترشد کو تحریر فرماتے ہیں:۔

”خدا کا شکر ہے کہ رمضان میں تہجد کی یہ سعادت نصیب ہوئی، اب شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ کو رمضان بنایئے، یعنی وہی تہجد پر مداومت، دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعتیں عشاء کے بعد سے وقت سحری تک کسی وقت ادا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے باتیں ہو رہی ہیں۔“

ایک سالک کو لکھتے ہیں:۔

”تہجد کے وقت اگر گرم پانی کے اہتمام سے آپ عاجز ہیں اور ٹھنڈے پانی سے ضرر ہوتا ہے تو خیر

تیمّم کرلیں، مگر گرم پانی کا اہتمام چنداں مشکل نہیں۔ عشاء کے وقت ایک لوٹا گرم پانی جو خوب گرم ہو اس کو اوپر کٹورے سے چھپا کر کسی روئی یا روئی کی کپڑے میں یا کمبل میں لپیٹ دیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقت پر پورا گرم ملے گا۔"

ایک اور صاحب کو لکھتے ہیں:۔

"تہجد کے لیے صبح صادق سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے اُٹھنا کافی ہے۔ آپ اپنے یہاں کے اوقات سے اندازہ لگالیں۔ صبح اُٹھنے کے لیے رات کو سویرے بعد عشاء سونا لازم ہے تاکہ صحت پر اثر نہ پڑے۔"

ایک اور طالب کے خط میں رقم فرمایا:۔

"اس تہجد کے فوت ہونے کے افسوس پر شکر ادا کیجئے کہ یہ بھی نعمت ہے۔ کتنے ہیں کہ فرائض سے محرومی پر ان کو افسوس نہیں ہوتا۔ اگر تہجد قضا ہو جائے تو طلوع آفتاب کے بعد سے دوپہر تک بارہ رکعتیں پڑھ لی جائیں۔۔۔۔ انشاء اللہ تہجد کی عادت پختہ ہو جائیگی۔ تو پھر آپ اُٹھنا نہ بھی چاہیں گے تو بھی انشاء اللہ اُٹھیں گے۔"

تہجد بالجماعۃ:

حضرت والا اقدس سرہٗ سے کسی مستفسر نے تہجد با جماعت اور تہجد میں قرأت جہری کے متعلق پوچھا۔ حضرت الشیخؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

"تہجد کی نماز با جماعت اتفاقاً ہو جائے تو جائز ہے مگر اہتمام و دعوت کے ساتھ مناسب نہیں۔ تہجد کی نماز ذرا جہر سے پڑھنا مستحب ہے۔"

ایک حافظ صاحب نے تہجد میں قرآن کریم سنانے کے بارے میں استفسار کیا۔ حضرت والا نے ارقام فرمایا:

"تہجد بالجماعۃ اگر اتفاقاً ہو جائے تو جائز ہے ورنہ اہتمام و تداعی کے ساتھ نہیں۔ غور کرنا چاہیئے کہ اس میں ریا اور نمود کی خواہش تو پوشیدہ نہیں۔"

ادعیہ تہجد:

تہجد کا وقت اور پچھلی رات عجب برکت ونورانیت ، نزولِ رحمت ، اجابتِ دعا ، عطائے رب اور قربتِ حق کی ساعتِ سعید ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضورِ انور ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ ''ہمارا ربّ ہر رات کا جب آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کون ہے جو مجھے پکارے تاکہ میں اُس کی پکار کو سنوں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے پس میں اُس کے سوال کو پورا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تاکہ میں اُسے بخش دوں؟''

دوسری روایت میں ہے کہ: ''جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے؟ کیا کوئی دعا مانگنے والا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ طلوعِ فجر تک یوں ہی آواز دیتے رہتے ہیں۔

(جمع الفوائد، ص ٦١٦، جلد ٢، بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد و ابنِ ماجہ)

اللہ اکبر! کیا نویدِ جانفزا ہے اور رحمتِ بیکراں کا کیسا مژدۂ عام ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ اشخاص جو ندائے ربّ پر لبیک کہتے ہیں اور ہر رات اپنی مرادیں اور آرزوئیں کریم و رحیم پروردگار کی بارگاہِ اقدس میں پیش کر کے عطائے ربّانی اور فضلِ صمدانی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت کی سب سے زیادہ مناسب دعائیں حضورِ انور ﷺ ہی امت کو بتا سکتے تھے۔ اس لئے تہجد اور پچھلی رات میں ماثورہ اور مسنون دعائیں پڑھنا خاص برکت و عطا کا سبب ہے۔ ہمارے حضرت والا قدس سرہٗ طالبین کو تہجد کی دعاؤں کے یاد کرنے اور انہیں اُس وقت پڑھنے کی خاص تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مسترشد کو ارقام فرماتے ہیں:

''تہجد میں وہی تسبیحیں بالفعل پڑھئے جو عام نمازوں میں پڑھتے ہیں مگر احادیث و ادعیہ سے وہ تسبیحیں یاد کر لیجئے جو تہجد میں شروع قیام میں رکوع و سجود میں حضورِ انور ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

ایک سالک کو تہجد کی دعائیں خط میں لکھ کر ارسال فرمائیں اور تحریر فرمایا:

تکبیر تحریمہ سے پہلے یہ دعائیں پڑھیں؛

اللّٰھم ربنا لک الحمد انت قیّم السمٰوٰت و الارض ومن فیھن، ولک الحمد انت نور السمٰوٰت و الارض و من فیھن،اللّٰھم لک الحمد انت ربّ السمٰوٰت و الارض ومن فیھن،و لک الحمد انت ملک السمٰوٰت و الارض و من فیھن،ولک الحمد انت الحق و وعدک و لقاؤک حق و قولک حق،والجنة حق و النار حق،والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق و الساعة حق،اللّٰھم لک اسلمت و بک امنت و علیک توکلت و الیک انبت و بک خاصمت و الیک حاکمت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منّی انت المقدم انت المؤخر لا الہ الا انت انّی وجھت وجھی للّذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین.

اور یہ دعا (جو بندہ نے سنائی تھی)،

اللّٰھم ربّ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل فاطر السمٰوٰت و الارض عالم الغیب و الشھادة انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ تختلفون ط اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الیٰ صراط مستقیم

(رواہ مسلم واصحاب السنن عن عائشہؓ،جمع الفوائد صحیح مسلم ص،۲۶۳: جلد۱)

تہجد کے لئے اُٹھتے ہوئے تکبیر تحریمہ سے پہلے پڑھنے کا ارشاد فرمایا پھر

انّی وجھت وجھی للّذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین.

ان صلاتی و نسکی و محیایَ و مماتی للّٰہ رب العٰلمین لا شریک لہ و بذالک امرت و انا اول المسلمین (جمع الفوائد بحوالہ مسلم،ابوداؤد،نسائی،مشکوٰۃ) کہنے کے بعد تکبیر تحریمہ۔

تکبیرِ تحریمہ: اللہ اکبر کبیراًوالحمدللہ کثیراوسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔ (الوابل الصیب بحوالہ سنن ابوداؤد)

ثنا کے بعد تعوذ سے پہلے:اللھم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق و المغرب اللھم نقنی من الخطایای کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء و الثلج والبرد. (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

(جاری ہے)

سیرتِ طیبہ پر بیان (آخری قسط)

(رمضان ۱۴۲۸ھ بمقام ای ایم ای (E.M.E) کالج، راولپنڈی)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

ہر تحریک کے نتائج تین ہوتے ہیں ایک امن وامان کا قیام، ایک معاشی آسودگی اور ایک قانون کی عملداری۔ تو امن وامان کا تو میں نے تذکرہ کیا ایسا امن وامان وجود میں آیا آپ کی جدوجہد، آپ کی تعلیمات پھیلنے کے بعد کہ تاریخِ عالم میں مثالی ہے۔

اب آئیں معاشی آسودگی اور قانون کی عملداری کی طرف۔ معاشی آسودگی کے بارے میں آیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں صبح آدمی ڈھنڈورہ پیٹتا تھا کہ لوگو! جلدی آؤ بیت المال سے گندم نکالو کیونکہ خراب ہو رہی ہیں اور عصر کو دوسرا آدمی ڈھنڈروہ پیٹتا تھا کہ اے لوگو! بیت المال میں آؤ وہاں شہد خراب ہو رہی ہے وہ نکالو جلدی سے، آخر حضرت عثمانؓ کے دور میں اِس بات کا فیصلہ ہوا کہ زکوٰۃ اب حکومت جمع کر کے تقسیم نہیں کرے گی کیونکہ بیت المال میں جگہ نہیں ہے رکھنے کی، یہ نماز کی طرح عبادت ہے لوگ خود نکالیں اور مستحق لوگوں کو تقسیم کریں۔ اتنی معاشی آسودگی آئی ہے اور قانون کی عملداری، قانون کی عملداری یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے عدالت میں کیس دائر کر دیا قاضی شُریحؒ کے پاس کہ میری زرہ یہودی نے چرائی ہے۔ قاضی صاحب نے کہا ٹھیک ہے آپ گواہ لائیں جو آدمی دعویٰ کرتا ہے وہ گواہ لاتا ہے۔ آپ نے اپنے غلام قنبر کو پیش کیا اور اپنے بیٹے حضرت امام حسنؓ کو یا امام حسینؓ کو پیش کیا تو قاضی صاحب نے کہا کہ غلام کی گواہی مالک کے خلاف عدالت مانتی ہے حق میں نہیں مانتی اور بیٹے کی گواہی اسلامی عدالت سرے سے نہیں مانتی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ قاضی صاحب یہ تو **سیدا شباب اھل الجنۃ** یہ تو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں حضورﷺ نے جو فرمایا ہوا ہے، انہوں نے کہا امیر المومنین وہ آخرت میں ہیں دنیا میں قانون ہے آپ کو گواہ لانا پڑے گا تو دونوں گواہ آپ کے مجروح ہو گئے دونوں پر اعتراض ہو گیا تو قاضی شریحؒ نے فیصلہ یہودی کے حق میں

دے دیا۔ مسلمانوں کے اتنے بڑے سردار، اتنی بڑی شخصیت اور خلیفہ، امیر المومنین اُن کے خلاف فیصلہ ہو گیا، آپ باہر نکل آئے۔ جوں باہر نکلے یہودی نے اُسی جگہ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ تو یہاں پر امیر المومنین نے اپنی عارضی شکست تسلیم کر لی لیکن اسلام کو اللہ نے فتح دی کیونکہ قانون کی عملداری ہے اور دنیائے اسلام کا یہ اصول ہے کہ انتظامیہ عدلیہ کے آگے جواب دہ ہوتی ہے اور قاضی القضاۃ جو ہوتا ہے اسلامی حکومت کا، وہ بادشاہ کو طلب کر کے اُس کی باتوں کی وضاحت طلب کر سکتا ہے اُس سے۔ اب اگر وہ قانون کے مطابق نہیں ہوں گی تو اُس کو اُسی وقت بتا کر کہے گا کہ آپ کی یہ باتیں قانون کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا اِن کو آپ کو درست کرنا پڑے گا۔ تو یہ آپ کی تعلیمات کے اثرات اور نتائج تھے جو چلے ایک ہزار سال تک۔ آپ جائیں وہ چترال کی چوٹیوں پر ایک اَن پڑھ آدمی جسے کوئی زبان نہیں آتی وہ کلمہ پڑھ رہا ہے، نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ دور دراز کے علاقوں میں جائیں، دنیا کے کونے کونے میں جائیں وہاں آدمی اسلام سے وابستہ ہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے دین سے وابستہ ہے تو یہ آپ کی جدوجہد اور آپ کی تعلیمات کے اثرات ہیں۔ آپ کی تعلیمات میں اہم باتیں ارکان ہیں۔ ارکان شخصیت کی تربیت کرتے ہیں۔

چونکہ رمضان کا مہینہ چل رہا ہے اس لئے آپ ﷺ کی تعلیمات میں سے چند ایک باتیں فضائلِ رمضان کے بارے میں کہہ دیتا ہوں۔ رمضان ایک ایسا رکن ہے جو شارٹ کورس کے طور پر اُمت کو دیا گیا ہے اور اِس کے نتیجے میں اِس کیلئے چار اعمال مقرر ہوئے ہیں۔ روزہ، قرآن، اعتکاف اور صدقہ فطر۔ یہ کورس ورک چار اعمال کے ذریعے تربیت کرتا ہے۔ روزہ، روزہ رکھنے سے نفس میں برداشت اور ماننا پیدا ہوتا ہے اور اُس کو کہتے ہیں تقویٰ۔ اِس لئے فرمایا گیا کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ O.　　(البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے (اُمتوں کے) لوگوں

پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔ (معارف القرآن)

اے ایمان والوں فرض کئے گئے تم پر روزے جیسے کہ کئے گئے تھے پہلے لوگوں پر تا کہ اِس کے نتیجے میں تقویٰ پر آ جاؤ۔ دل چاہتا ہے کھانا کھائے اس کو روکتا ہے، پانی پینے سے روکتا ہے، خواہشِ نفس سے روکتا ہے، بلکہ اصلی روزہ میں آنکھ، کان، زبان کی پابندی، جھوٹ بولنے سے پابندی ہے، غیبت سے پابندی، خراب نظر سے پابندی، غیبت سننے جھوٹ سننے سے پابندی۔ اِن پر آدمی ضبط لگاتا ہے اور باطن میں باطل خیالات کے آنے کو روکنا یہ باطن کا روزہ ہے۔ ایسے روزے کی آدمی جب مشق کر لے تو اِس کے اندر ایک چیز پیدا ہوتی ہے جس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ احتیاط، پرہیزگاری اور اللہ کا خوف۔ رمضان کے ساتھ دوسری بات قرآن ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانُ۔ (البقرة:۱۸۵)

ترجمہ: مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن، راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ (معارف القرآن)

رمضان کا مہینہ کہ جس میں اُترا قرآن جو سارے انسانوں کیلئے رہنمائی ہے ہدایت کے اصولوں کو کھول کر بیان کرتا ہے اور فرقان ہے تو رمضان کے ناطے سے اللہ پاک دوسری چیز جو بندے کو دے رہا ہے وہ فرقانیت ہے یعنی پرکھ، جانچنا۔ پرکھنا، حق کیا ہے باطل کیا ہے، انصاف کیا ہے ظلم کیا ہے جوہری پرکھتا ہے کہ یہ لعل ہے، یاقوت ہے، پکھراج ہے، نیلم ہے، زَبَرجَد ہے۔ یہ لعل بدخشان کا ہے یہ یمن کا ہے بدخشان والے کی اتنی قیمت ہے، یمن والے کی اتنی قیمت ہے، اُس کی نگاہ میں پرکھ ہے۔ تو دوسری بات جو رمضان میں حاصل کرنے کی ہے۔ وہ ہے پرکھ پیدا کرنا شخصیت میں اور وہ قرآن سے ہوتی ہے اور یہ پرکھ دو طرح کی ہوتی ہے ایک قرآن کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا اُس کو سیکھنا اور ایک کثرتِ تلاوت، کیونکہ اصلی پرکھ جو قرآن سے آتی ہے وہ اِن الفاظ کی نورانیت جب انسان کے باطن اور قلب

سے ٹکراتی ہے اُس سے پیدا ہوتی ہے اور یہ معنی کی تاثیر نہیں ہے وہ جُدا تاثیر ہے اور وہ تراویح میں کھڑے ہونے سے پیدا ہوگی۔ اِس لئے تراویح میں ایک قرآنِ پاک کا سننا سنتِ مؤکدہ ہے، دوبار سننا مستحب ہے اور تین بار تراویح میں سننا یہ فعلِ اولیٰ ہے۔ جب آدمی کھڑے ہوکر قرآن کو سنتا ہے تو ہر لفظ کے بدلے سو نیکی، بیٹھ کر سنتا ہے پچاس نیکی اور باوضو پڑھتا ہے تو پچیس نیکیاں اور بغیر وضو کے زبانی پڑھتا ہے قرآن پاک تو دس نیکیاں کیونکہ قرآنِ پاک میں وہ دس والا اُصول نہیں جو عام اعمال کے بارے میں ہے۔ باوضو کا پچیس ہے، نماز میں کھڑے ہوکر سو ہے، بیٹھ کر پچاس ہے۔ تلاوت کی محنت کرنا ہے کثرتِ تلاوت کی محنت کرنا اور ذکر اذکار میں اپنے آپ کو رکھنا۔ پھر اعتکاف میں بیٹھنا اور صدقہ فطر۔ ہمارے ہاں ہر جگہ پر معاشی عمل کو لیا گیا ہے، غرباء، فقراء، مساکین کے بارے میں ہر جگہ رعایت کی گئی ہے۔ رمضان میں بھی اُن کی رعایت کی گئی ہے۔ جب تک آدمی صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا اِس کے روزے آسمان زمین کے درمیان لٹکتے رہیں گے، معلق رہیں گے اور قبول نہیں ہوں گے کیونکہ روزہ اِس نے رکھ کر اپنے اوپر تو پابندی لگا دی لیکن مال کی قربانی کر کے اس نے اپنی وفا کا ثبوت نہیں دیا۔ لہٰذا یہ چار اعمال ہیں جس کے نتیجے میں یہ روزہ تربیت کرتا ہے اور شخصیت میں ایک بات پیدا کرتا ہے تقویٰ، ایک بات پیدا کرتا ہے فرقانیت اور ایک بات پیدا کرتا ہے مساکین اور غرباء کے لئے رحم وکرم۔ اسی طرح پوری شریعت ہے جو کہ پورے انسانوں کی دنیا اور آخرت کے پورے مسائل کا حل ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم مطالعہ کریں، کوشش کریں۔ میں بنیادی طور پر کوئی اہلِ علم نہیں ہوں میں نے اپنے شوق سے، انفرادی طور پر پڑھ پڑھ کے، سیکھ سیکھ کر، مطالعہ کر کر کے، علماء کے پاس جا جا کے اور بحثیں کر کر کے ایک عرصہ دراز تک سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ذاتی شوق ہے اُس سے یہ میں نے سیکھا ہے۔ اِس کو آپ بھی سیکھ سکتے ہیں اگر آپ کوشش کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆☆☆

تبصرہ کتب

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

۱۔ صحیح بخاری کے خلاف یلغار

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تحریر ہے۔ جو احمد سعید ملتانی کی کتاب قرآن مقدس اور بخاری محدث کے بارے میں ہے۔ بڑے دکھ سے انہوں نے لکھا ہے کہ مصنف نے صحیح بخاری کو کذب اور بکواس قرار دیا ہے (العیاذ باللہ)

حضرت حقانی صاحب! مولوی صاحبان مدارس کے نکلنے کے بعد عوامی حلقوں میں پہنچ کر قوتِ بیان کی جولانی اور شعلہ بیانی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں، تھوڑے عرصے میں عوام علامہ اور شیخ القرآن کے خطاب سے نواز دیتے ہیں، ان کو بھی خیال ہو جاتا ہے کہ کہیں ہم علامہ ہو گئے ہیں۔ جذباتی رنگ میں توحید کو بیان کرنا یہاں تک جبریہ اور قدریہ کی حدود میں داخل کر لینا یا توحید کا خوارج کا طرز اختیار کر لینا، ان پڑھ عوام میں خوب پذیرائی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ شعلہ بیانی آمدنی کا بھی اچھا ذریعہ بن جاتی ہے۔ نفس روز بروز پھولتا جاتا ہے اور منبر پر بیٹھنا صوبائی اور قومی اسمبلی کی ممبریوں سے زیادہ جاہ اور تکبر کی جگہ ہوتی ہے۔ شیطان تاک میں رہتا ہے، ایسا گراتا ہے کہ سمجھنے کا موقع ہی نہیں ہوتا۔ ایسے عوامی علامہ اور شیخ القرآن خود بھی کھڈے میں گرتے ہیں اور پیروکاروں کو بھی گراتے ہیں یہی صورت حال احمد سعید کے ساتھ بھی ہوئی۔ پہلے لوگ علم مکمل کرنے کے بعد مشائخ کے دروازوں پر پہنچتے تھے اور عرصہ دراز تک جم کر اللہ اللہ کرتے تھے، مجاہدات سے گزرتے تھے، یہ نیت لے کر جاتے تھے کہ اپنے کو فنا کرنا ہے اس کے بعد اگر حضرات ساری عمر کیلیے خانقاہ کے جھاڑو پر مقرر کر دیں تو ہم نے اُف نہیں کرنا، تختِ شاہی پر بٹھا دیں تو ان کا امر، تختۂ دار کا حکم کر دیں تو سر تسلیم خم۔ ایسے حضرات سے ہدایت، تقویٰ اور اخلاص پھیلتے تھے۔ کاش مدارس والوں میں یہ چیز رائج ہو جائے۔

۲۔ "تحفة الاشاعت فی اصول التبلیغ والدعوة۔"

یہ کتاب کسی شخص عبدالوکیل ابوتراب کی لکھی ہوئی ہے۔ جس پر پنج پیر کے مولانا طاہر صاحب کے بیٹے مولانا طیب صاحب کی تقریظ ہے۔ کتاب میں تبلیغی جماعت کو نشانہ بنایا گیا ہے اور مولانا زکریا صاحبؒ کی کتابوں سے تحریریں لے کر کفر تک کا فتویٰ لگایا گیا ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ایک ہی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ صفحہ نمبر ۲۹۷ پر حضرت کی کتاب معمولاتِ رمضان کا واقعہ لکھا ہے۔

کہ افطار کے وقت حضرت کی والدہ نے سب سے کہا کہ جلدی روٹی کھالیں۔ حکیم جی آئے تو اُنھوں نے حضرت شیخ

سے کہا کہ آدھا پارہ تراویح پڑھ کر جلدی گھر آئیں مدرسہ نہ جائیں والدہ صاحبہ کی خیر خبر لیں۔ تراویح کے بعد گھر پہنچے تو والدہ کو نزع شروع ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وفات پاگئیں۔ اس واقعے سے عبدالوکیل صاحب بہت ناراض ہوئے ہیں اور عربی میں لکھا ہے کہ یہ لوگ علماء اور اولیاء کے لیے کشف کیسے ثابت کرتے ہیں یہ تو دراصل غیر اللہ کے لیے علم غیب ثابت کرنا ہے۔ اس کی ماں نے اپنی موت کی خبر کس طرح دی۔ حکیم جی نے اس کی موت کی خبر کس طرح دی، حالانکہ ان جیسے امور کی خبر تو انبیاء علیہم السلام دے سکتے ہیں۔ ان کو بھی غیب کا علم نہیں بلکہ فرشتہ کے ذریعے انباء الغیب ہوتے ہیں۔ اور فرشتہ تو غیر نبی کے پاس نہیں آتا۔ پس یا تو یہ حکیم جی کے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو کہ کھلا ہوا کفر ہے اور یا اس کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیں تو اس میں نجات ہے۔

کتاب لکھنے والے کو عربی تو لکھنی آتی ہے لیکن علمی لحاظ سے میری طرح پیدل ہی ہے۔ **ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقامو تتنزل علیھم الملائکہ** آیت میں فرشتوں کے نازل ہونے کیلیے فقط ایمان اور استقامت کا کہا گیا ہے اور نبی غیر نبی کی کوئی قید نہیں لگائی۔ مریم علیہا السلام کے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور انہیں بیٹے کی بشارت دی حالانکہ وہ نبی نہیں تھیں۔ غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کفار کی جاسوسی سے واپس آرہے تھے تو چند عمامے باندھے ہوئے فرشتوں کی جماعت سے ملاقات ہوئی جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام فتح کی بشارت کا پیغام دیا۔ موت کے وقت اس طرح کی خبریں تو ہم ڈاکٹر لوگ ہر روز دیتے رہتے ہیں جن میں سے اسی فیصد درست ثابت ہوتی ہیں، بیس فیصد غلط بھی ہو جاتی ہیں کیونکہ علم غیب نہیں ہے۔ تو اس طرح تو ہم سب ڈاکٹر صاحبان ہر وقت کفرِ بواح کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ مصنف کی توحید کے مطابق تو بادل دیکھ کر بارش برسنے کی بات کرنا، چھوٹے بچے کو تیز دوڑتے دیکھ کر گرنے کی بات کرنا سب کفرِ بواح ہو جائیں گے۔

سنا ہے کہ نوجوان مولوی صاحبان کچھ عربی کی تحریر لکھ کر پاکستان کے غیر مقلد (اہل حدیث) یا اشاعت التوحید والسنۃ والے حضرات جن کے سعودی حکومت میں تعلقات ہیں ان کی تقریظ کے ساتھ شائع کر لیتے ہیں جس پر وہاں سے اپنے لئے یا اپنے مدارس کے کاروبار کے لئے مراعات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی تحریروں کو اردو میں لکھا گیا ہے۔ جب کتاب عربی تھی تو ان کا بھی عربی میں ترجمہ ہونا چاہئے تھا۔ عربی ترجمہ ہوتا تو کم از کم وہاں کے علماء اتنے اناڑی نہیں ہوتے کہ ان تحریروں پر کفرِ بواح کا فتویٰ لگاتے۔ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی دنیا اسلام کی عظیم شہرت یافتہ کتابیں اور ان کی شخصیت کا سعودی علماء اور خاص طور پر عبدالعزیز بن باز کے ساتھ تعارف اشاعت والے مولوی صاحب کے مراعات کا مقصد بھی پورا نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کو ہدایت دے اور ہم پر رحم فرمائے۔ آمین!

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ''کشف الستر عن اوقاتِ العشاء والفجر'' (پہلی قسط)

(مفتی شوکت صاحب)

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیااوراپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔ یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدامحمد]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ کِتَابِہٖ الْمَجِیْدِ اِنَّ الصَّلوٰۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوْتاً،وَقَدَّرَھَا بِالْمُشَاھِدَۃِ مَنًّا وَّ تَیْسِیْراً کَمَا قَالَ تَعَالیٰ لِلصَّائِمِیْنَ : کُلُوْاوَاشْرِبُوْاحَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ط وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ قَالَ نَحْنُ اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ فَاَشَارَ اِلٰی اَنَّہٗ لَآاِعْتِبَارَ لِاَقْوَالِ الْمُؤَقِّتِیْنَ وَاِنْ کَانُوْا عَدُوْلاً رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

تمہید:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوری کائنات کا خالق، مالک، مدبر اور رازق ہے۔اللہ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا نظام تخلیق فرمایا ہے جس پر غور کرکے حضرت انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے، کہ کیسی عجیب وغریب کائنات، کتنی حکمت بالغہ کیساتھ،حیوۃ انسانی کیلئے کیسا مناسب انتظام فرمایا ہے۔نظام میں تبدیلی ایک لائی

حکمتیں اور انسانوں کی ضروریات بے شمار، اسی ایک تبدیلی کیساتھ، وجود میں آ گئی۔ مثلاً زمین کا گول ہونا، اسکی محوری گردش، اسکی مداروی گردش، اسکے محور (axis) کا ٹھیڑا ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ زمین کی یہ ایسی خصوصیات ہیں جن کی بدولت اس پر انسان کی زندگی کا ممکن اور خوشگوار ہونا موقوف ہے۔ مثلاً دن رات کا آنا، دن رات کا کم و بیش ہونا یعنی دن لمبا رات چھوٹی اور رات لمبی تو دن چھوٹا، موسموں کی تبدیلی، سورج کی گرمی اور روشنی کا مختلف موسموں کے حساب سے کم و زیادہ ہونا، سمندروں میں پانی کا گرم و سرد ہونا، پھر اس کی وجہ سے مختلف علاقوں میں مختلف سمندروں میں مختلف قسم کے جانوروں کا پایا جانا۔ زمین کے بعض خطے مثلاً منطقہ حارہ میں زیادہ گرمی پھر اس سے شمالاً جنوباً گرمی کا کم ہونا، پھر ان گرمی و سردی کے تغیر کثیر کی وجہ سے آپس کے ہواؤں کا منتقل ہو کر سطح زمین کو نہایت گرمی کی وجہ سے جلنے سے بچنا اور نہایت سردی کی وجہ سے انجماد سے بچنا، اسی طرح خط استواء سے شمالاً جنوباً خطوں میں دن رات کا کم و بیش یہاں تک کہ قطبین پر چھ چھ مہینے کا دن اور رات، حتیٰ انسان کی تمام ضروریات کا مکمل طور پر پورا ہونا انہی خصوصیات کی وجہ سے ممکن ہو گیا ہے۔ اور ان میں ایک زمین کی محوری گردش ہے، اور ان سب سے زیادہ اہمیت کا حامل یہ بات ہے کہ پورے کرہ ارض پر ہر وقت خالق کائنات کی کبرائی اور خدائی کی صداؤں کا بلند ہونا اسی محوری گردش کے مرہون منت ہے، جب یہاں شام ہو کر آپکی مسجد کے مینار سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی ہے، تو آپ سے مغرب کی جانب ہر ایک منٹ بعد ہر علاقے میں اللہ کی بڑائی کی صدا آسمان کی فضاؤں میں گونجتی رہے گی یہاں تک کہ دوبارہ آپکی مسجد کے مینار سے اسی وقت اللہ کی بڑائی گونج اٹھے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ پورے کرہ زمین پر قیامت تک چلتا رہے گا۔ پھر یہ ایک وقت کی بات تھی دن میں صلوٰۃ خمسہ کی بنیاد پر اسی طرح پانچ سلسلے یکے بعد دیگرے اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہوئے قیامت تک چلتے رہیں گے۔ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ط

نماز دین اسلام کا نہایت اہم رکن ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیمات پر دن رات میں پانچ وقت فرض فرمایا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے نماز کو وقت پر ادا کرنے کی بھی ہدایات بیان فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرض نماز اپنا مقام تب برقرار رکھتی ہے جب اس کو مقررہ وقت پر ادا کیا جائے۔ لہٰذا صلوٰۃ خمسہ کیلئے اوقات کی پہچان اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ خود فرض نماز۔ اگر کوئی بھی فرض نماز وقت سے پہلے ادا کی گئی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں دیگر نمازوں کے علاوہ صبح صادق اور عشاء کے وقت کا مسئلہ ہے، جو کہ دونوں اوقات رات کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صبح صادق کے وقت کو صحیح طریقے سے پہچاننے کیلئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا یغرنکم اذان بلال ولا ھٰذا البیاض لعمود الصبح حتیٰ یستطیر ھٰکذا رواہ مسلم** (آپکو بلالؓ کی اذان اور یہ آسمان کی طرف اونچائی میں جاتی ہوئی روشنی دھوکہ میں نہ ڈالے یہاں تک کہ یہ پھیل جائے) یعنی صحیح وقت کی تلاش سو فیصد کریں یہاں تک کہ جس روشنی سے صبح صادق کا دھوکہ ہوسکتا ہے اس سے پہلے ہی سے متنبہ ہو کر بچنا ضروری ہے تاکہ اصل صبح صادق کا صحیح ادراک ہوسکے۔

شریعت اور علم فلکیات:

فجر و عشاء کے اوقات میں اخفاء وابہام شرعی اعتبار سے تو کوئی نہیں ہے۔ البتہ مشاہدے میں مغالطے کے کچھ اسباب سامنے آکر آج کل فجر کا وقت ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس کے اسباب تو کئی ہیں مگر سبب الاسباب جس نے ہر عام و خاص کو اپنی تسخیر میں لیا ہوا ہے جس پر عوام تو کیا خواص کا بھی ایسا عقیدہ بنا ہوا ہے کہ اب اس کا علاج نہایت مشکل نظر آرہا ہے جس نے عصری تعلیم یافتہ لوگوں کو تو کیا ہمارے اچھے خاصے علمی لوگوں کو اپنے دام میں پھنسایا ہوا ہے، وہ کیا چیز ہے جس نے امت مسلمہ میں اتنا نقصان کر ڈالا ہے؟ جناب وہ ہے سائنس اور علم فلکیات۔۔۔ جس کو ہم نے اتنی اہمیت دے دی کہ اس کے مقابلے میں ہم آیات و احادیث میں تاویلیں کرنے لگے۔ اس پر اتنا اعتقاد بن گیا ہے کہ وہاں سے جو بھی ایسی بات ہمارے پاس پہنچ جائے ہم گلے سے لگا لیتے ہیں چاہے اس بات کا مؤجد کوئی یہودی، عیسائی یا دہریہ کافر کیوں نہ ہو۔ انہوں اپنے انسائیکلوپیڈیا میں جو بھی لکھ مارا وہ ہمارے لئے (**نعوذباللہ من ذالک**) قرآن کے متوازی کتاب بن گئی ہے۔ انہوں نے لکھا فلاں صبح کاذب ہے ہم نے کہا بالکل سچ کہا، انہوں نے فرمایا فلاں صبح صادق ہے ہم نے کہا بالکل جی کیوں نہیں! ہم اکابر کی روایات اور احادیث میں تھوڑی سی تاویل کر دیں گے، یہ کونسا مشکل کام ہے۔۔۔۔۔ مگر آپ کی بات کو رد کرنے کیلئے ہم کسی صورت میں تیار نہیں۔

قارئین حضرات ہم۔۔۔ سائنس اور علم فلکیات۔۔۔۔ کے نہ منکر ہیں اور نہ اس کی اہمیت ہمارے نظروں سے پوشیدہ ہے۔ جس علم سے اللہ کی قدرتوں کا اور اس کی بڑھائی دن بدن کھلتی جارہی ہو اس کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے۔۔۔؟ مگر ہم کہتے ہیں اس علم کو شریعت کا متبوع نہیں تابع بنادو۔۔۔۔

یہ تابع و متبوع۔۔۔ کا ثمرہ اس وقت سامنے آتا ہے جب دو شخصیات یا دو مکاتب فکر وغیرہ ایک ایسے مسئلے میں

اختلاف کرنے لگ جائیں جو کسی درجے میں فن ہیئت یا سائنس کیساتھ متعلق ہو۔اب جو شخص ایسے آدمی کے قول کو ترجیح دے دے جو فن میں ماہر ہو بے شک وہ غیر مسلم کیوں نہ ہو۔اس شخص نے سائنس کو شریعت کا متبوع بنا کر پیش کر دیا۔ اور اگر کوئی شخص اس آدمی کے قول کو ترجیح دیدے جو ماہر فن بھی ہو یا ماہر فن تو نہ ہو مگر علم شریعت کے حوالے سے ان کا شمار .....جبال العلوم ....میں کیا جاتا ہو۔تو اس شخص نے فن کو شریعت کا تابع بنا دیا۔

اب یہاں مسئلہ صبح کاذب وصبح صادق کا ہے۔صبح صادق کب طلوع ہوتی ہے اور صبح کاذب کس کو کہا جائیگا۔۔؟ سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ شرعی ہے یا فنی اس کے جواب سے پہلے میں ایک سوال کرتا ہوں کہ زمانہ نبوت یا بعد کے دور صحابہؓ وغیرہ جب فن ہیئت نہیں دریافت کیا گیا تھا اس وقت مسلمان سحری یا اذان فجر کیلئے کونسے سائنسدانوں کا تعاون حاصل کر رہے تھے۔۔؟ جواب ظاہر ہے کہ اس وقت فن ہیئت ان بزرگوں کے قریب بھی نہیں آیا مگر ہمارا ایمان ہے کہ ان ہستیوں نے صبح صادق یا کاذب کو ایسے پہچانا تھا جس طرح قرآن نے بیان فرمایا ہے۔۔۔اس سے وہ پہلا سوال بھی حل ہو گیا کہ یہ مسئلہ شرعی ہے نہ کہ فنی۔۔۔جب مسئلہ فنی نہیں ہے تو پھر علماء میں سے علامہ شامیؒ جیسے جبال علم کے قول میں توجیہ کر کے یا اس سے معذرت کر کے ایک ماہر فن (بے شک وہ کافر کیوں نہ ہو یا مسلمان ہو مگر علم دین کیساتھ اس کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو) کے قول کو ترجیح دینا، دین کو فن کا تابع بنانا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔۔؟ مزید تفصیل تھوڑی سی اپنے مقام پر آئیگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اوقات نماز اور فن:

شریعت میں، جیسا کہ ابھی آپ ملاحظہ فرما چکے کہ، اوقات کا سارا دارومدار صرف اور صرف مشاہدے پر ہے۔جب تک مشاہدہ کسی بھی ماہر فن کی تحقیق کی تصدیق نہیں کرتا تو وہ تحقیق شرعاً قطعاً معتبر نہیں ہوگی۔ہاں فن ایک اور خدمت کر سکتا ہے، جس سے انکار تعصب کے علاوہ جہالت بھی ہے۔۔۔وہ یہ کہ جب مشاہدہ کر کے شریعت کی روشنی میں ایک وقت متعین کیا جائے تو آگے اسی وقت کے بالکل عین مطابق آئندہ کیلئے پورے سال بلکہ دائمی اوقات کی تخریج۔۔۔یہ کارنامہ فن ہی کی مرہون منت ہے۔لہٰذا اس اعتبار سے فن کا یہ کارنامہ نہ صرف جائز بلکہ نہایت قابل تعریف ہے اور ماہرین فن آج کی امت مسلمہ کے محسنین ہیں۔فنی اعتبار سے صبح صادق اور صبح کاذب کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

صبح صادق :

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے جبکہ سورج افق سے 18 درجے (طول

بلد) نیچے ہو۔اس وقت جو روشنی مشرقی افق پر ظاہر ہوتی ہے،فنی اصطلاح میں اس کا نام ''Astronomical Twilight'' ہے جسے اردو میں ''فلکی فلق'' یا ''فلکی شفق'' کہا جاتا ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے جبکہ آفتاب افق شرقی سے 15 درجہ (طول بلد) نیچے ہو۔ضلع صوابی (طول بلد شرقی 72:28 E عرض بلد 34:07 N) آج 13 نومبر 2007 کو 18 درجہ کے مطابق صبح صادق کا وقت 5 بجکر 15 منٹ (05:15 AM)،جبکہ 15 درجہ کے مطابق 5 بجکر 30 منٹ (05:30 AM) ہے۔

نیا طالب علم یوں سمجھے کہ جہاں آپ کھڑے ہیں تو مشرقی افق کی طرف دیکھتے ہوئے جوں جوں آپ نیچے کی طرف طول بلد درجات کی گنتی کریں گے،یعنی 1،2، 3 ...... 15،16،17،18 تک تو اس اعتبار سے 15 آپ کو قریب جبکہ 18 مزید 3 درجہ نیچے یعنی دور ہوگا۔لہٰذا جب سورج نیچے سے مشرقی کنارے کی طرف اوپر آتے ہوئے 18 درجے تک سفر کرتا ہے کرتا ہے تو فریق اول کے نزدیک صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے،جبکہ فریق ثانی کہتا ہے کہ اب سورج کو مزید 3 درجے اوپر طے کرنا ہے،لہٰذا مزید 3 درجے طے کر کے جب 15 درجے پر آفتاب پہنچتا ہے تو تب صبح صادق کی روشنی افق شرقی پر نمودار ہوتی ہے۔یہی وہ فرق ہے جس کی بنیاد پر فریق ثانی صبح صادق کے 15،16 منٹ تاخیر کے قائل ہیں۔

صبح کاذب:

جو حضرات صبح صادق کو 18 درجے زیر افق پر مانتے ہیں ان کے نزدیک صبح کاذب اس روشنی کو کہا جاتا ہے جو رات کو صبح صادق سے بہت دیر (بلکہ گھنٹوں) پہلے مشرقی افق پر بالکل لمبائی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔اور پورے سال نہیں بلکہ دو مہینوں (اگست تا اکتوبر) میں نظر آتی ہے۔فنی اصطلاح میں اس کا نام ''Zodical light'' (اردو میں ''بروجی روشنی'') ہے۔لہٰذا ان حضرات کے نزدیک صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان کافی خاصہ (بلکہ گھنٹوں کا) وقفہ بن جاتا ہے۔

اور جو حضرات صبح صادق کو 15 درجے زیر افق تسلیم کرتے ہیں،ان کی تحقیق یہ ہے کہ 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی ''Astronomical twilight'' (فلکی فلق) ہی صبح کاذب ہے۔لہٰذا ان حضرات کے نزدیک صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان صرف 3 درجے کا فرق ہے۔

(جاری ہے)

حالتِ نزع (سولہویں قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ میڈیکل اسپیشلسٹ، کوہاٹ)

ایک عورت جس کی عمر ۳۰، ۳۵ سال کے لگ بھگ تھی ہسپتال میں اکھڑے سانس کے ساتھ داخل ہوئی، جسم کافی سوجھا ہوا اور چہرا سوجھن کی وجہ سے بدلا ہوا تھا۔ نبض کی رفتار کافی تیز، سیدھا لیٹتے ہوئے سانس زیادہ خراب ہوتا تھا۔ پہلے سے شوگر اور بلڈ پریشر کی مریضہ تھی۔ اکثر بلڈ پریشر اور شوگر ادویات کھانے کے باوجود زیادہ رہتے، جس کی وجہ سے دل کی بیماری زیادہ ہوگئی تھی۔ دل کے پھیل جانے کی وجہ سے یہ موجودہ علامات ظہور پذیر ہورہی تھیں۔ اسے آکسیجن لگا دیا گیا، ادویات تجویز کردی گئیں۔ لیکن سانس درست نہ ہوا۔ تکلیف زیادہ ہوتی گئی۔ کبھی کبھی سانس بے ترتیب ہوجاتا تو ایسا لگتا کہ ابھی موت واقع ہوجائے گی۔ ڈاکٹر کو بلایا جاتا کچھ افاقہ ہوجاتا، کچھ دیر بعد پھر وہی حالت ہوجاتی۔ اس مریضہ کے پاس اس کے رشتہ دار ملنے آتے تو ایک حسرت سی رکی رکی سانس سے پوچھتی، آپ لوگ سانس ٹھیک لیتے ہیں؟۔ میرا سانس اندر نہیں جاتا۔ مجھے سانس کی پیاس لگی ہوئی ہے۔ میرے اندر سانس نہیں جاتا۔ میرے اندر ایک جلن ہے آگ کی سی۔ جس کا آپ لوگوں کو پتہ نہیں۔ میری زبان بھی بھاری ہے۔ دیکھ میرا جسم سارا سوجھا ہوا ہے۔ یہ الفاظ مشکل سے اس کی زبان سے ادا ہوتے۔ کچھ دن ہسپتال میں اس کی یہ حالت رہی پھر ایک دن اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ تکلیف سے نجات مل گئی۔ اس کا شوہر موت سے دو یا تین دن پہلے آیا۔ ان کی آپس میں نا چاقی رہتی۔ اولاد نہیں تھی۔ گھر میں ہر وقت حالات کشیدہ رہتے۔ شوہر ایک بات کرتا، یہ اس کا جواب سخت لہجے میں دوسری بات کے ذریعے دیتی۔ اس قدر نالاں تھا کہ اسکو چھوٹے ہسپتال میں داخل کرواکے خود اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔ اس عورت کی بہن کو اطلاع دی گئی جس نے اسے چھوٹے ہسپتال سے بڑے ہسپتال منتقل کیا اور آخری دم تک اس کی خدمت کرتی رہی۔ جنازہ اور تدفین کردی گئی۔ کچھ دن بعد ایک رشتہ دار عورت نے خواب دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑی ہوں اور میرے سامنے ایک کنواں ہے اس سے چیخنے کی آوازیں آرہی ہیں جب میں نے اس میں جھانکا تو ایک عورت کا ہیولا نظر آیا جس کی مشابہت اس عورت سے ملتی جلتی تھی۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اسکو بالوں کے ذریعے جکڑا ہوا تھا۔ آگ کی لپٹیں تھیں۔ عورت کی ہیبت ناک شکل بنتی جارہی تھی۔ کرب میں مبتلا عورت سے میں نے پوچھا اس کا نام لے کر یہ تو ہے اور اس کنویں میں اتنی تکلیف کے ساتھ کیوں بندھی

ہوئی ہے۔اس نے جواباً کہا کہ ہاں میں ہوں اور میری یہ سزا سب اپنی زبان کی وجہ سے اور شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے ہے۔خواب دیکھنے والی عورت جب خواب سے بیدار ہوئی تو اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا۔اسکا جسم پسینہ پسینہ تھا اور اپنے دل میں برابر خوف محسوس کر رہی تھی۔(اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ۔آمین)

ایک نوجوان جس کی عمر ۲۱ سال تھی، ہسپتال میں اکھڑے سانس کے ساتھ داخل ہوا۔اس کے ناک کے نتھنے بھی اندر اور باہر سانس کے ساتھ ہل رہے تھے۔اندر زور سے سانس لیتا اور منہ کے ذریعے باہر نکالتا۔اندر سانس لیتے وقت وہ پورے جسم کا زور لگاتا تاکہ اندر سانس کھینچی جاسکے۔اس کے ہاتھ کی انگلیاں آکسیجن جسم میں کم ہونے کی وجہ سے نیلی پڑی ہوئی تھیں۔ماتھے پر پسینہ تھا وہ بے چین آنکھوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتا۔میں نے اس کے لیے ادویات تجویز کردیں اور آکسیجن لگوادی۔مشین کے ذریعے سانس کھولنے کی دوائی شروع کردی گئی۔لیکن اس کی تکلیف بجائے کم ہونے کے زیادہ ہوگئی۔میں نے اس کا ایمرجنسی میں سینے کا X-Ray کروایا، تاکہ پھیپھڑے کی حالت کا پتہ چل سکے۔اس کے پھیپھڑوں پر دونوں اطراف داغ تھے۔جو ظاہراً ٹی بی کی وجہ سے معلوم ہوتے تھے جس کی ادویات وہ پہلے سے لے رہا تھا۔جو بس میں ہوسکتا تھا وہ ہم کرتے گئے۔اگلی صبح میں راؤنڈ کے لیے گیا اس کی حالت بدستور اسی طرح تھی۔لیکن سانس لینے میں تیزی آگئی تھی۔پسینہ پہلے سے زیادہ تھا۔سانس اندر جاتے ہوئے وہ بہت تکلیف محسوس کرتا تھا۔مجھے اسکی خالی نظروں میں ایک التجا محسوس ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب میں بہت تکلیف میں ہوں۔مجھے اس کی تکلیف اور اس کی جوانی کو دیکھ کر بڑا ترس آیا۔اسے کھانسی میں اب خون آنے لگا تھا۔بستر پر پیٹ پر ہاتھ رکھے زور سے کھانسنے کی کوشش کرتا پھر بلغم کے ساتھ خون کو دیکھ کر اور پریشان ہوجاتا۔مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا میں قریب ہوا تو بڑی مشکل سے اپنے چھوٹے پیشاب کی جگہ پر جلن کا اظہار کرسکا کہ مجھے پیشاب میں سخت تکلیف ہو رہی ہے۔میں نے صبر کی تلقین کی۔کچھ ادویات کا اضافہ کیا۔اپنے ساتھی ڈاکٹر سے بھی مشورہ کیا۔پھر اس

کے بھائی کو بلایا اور اس کی سخت حالت کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ وہ دعا کریں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسکا آخری وقت ہو۔ اس نے کہا ڈاکٹر صاحب اس کی شادی کو تین سال ہوگئے ہیں، بچے نہیں ہیں۔ اسکی نوجوان بیوی بیوہ ہوجائیگی۔ ماں باپ اپنے بیٹے کی لاش کو کس طرح دیکھ سکیں گے، آپ کچھ کریں۔ مجھے بڑی پریشانی ہوئی ہر ممکن علاج کی کوشش کی گئی۔ ہمارے انجکشن ایسے لگ رہے تھے جیسے پانی۔ باقی لوگوں کو سانس کی بحالی کی ادویات سے جلدی افاقہ ہوجاتا تھا اور اس کا سانس تھا کہ ٹھیک ہی نہیں ہورہا تھا۔ جب گھڑی کی سوئی دن کے بارہ بجے سے گزرنے لگی تو اس کا بھائی دوڑتے ہوئے آیا کہ مریض کی حالت غیر ہوگئی ہے۔ اس وقت کی حالت یہ تھی۔ کہ آنکھیں اوپر کی طرف دیکھے جاتی تھیں، سانس مدھم پڑتی جارہی تھی، سارا جسم پسینہ سے شرابور تھا، اردگرد کے ماحول سے مکمل طور پر نا آشنا۔ سانس اندر زور سے جاتا پھر رک جاتا۔ پھر سر کو جنبش ہوتی سانس اندر زور سے جاتا پھر خاموشی پھر آہستہ آہستہ اس خاموشی کا دورانیہ بڑھتا گیا۔ آخر میں مکمل خاموشی ہوگئی۔ اس خاموشی کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک ہچکی اس مریض نے زور سے لی اور تنی ہوئی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی اس کے چہرے پر پسینہ چمک رہا تھا۔ چہرے کا رنگ زردی مائل ہاتھ پاؤں نیلے، ٹھنڈے برف کی طرح۔ بقول ایک شاعر کے

نزع کی آخری ہچکی کو ذرا غور سے سن

زندگی بھر کا خلاصہ اسی آواز میں ہے

ایک دمہ کا مریض میرے پاس ہسپتال لایا گیا۔ اس کی عمر ۵۰ سال کے لگ بھگ، چہرہ پیلا سا، آنکھیں اندر کو گئی ہوئیں، داڑھی تراشی ہوئی، کمزور جسم۔ ایسا لگ رہا تھا کہ پچھلی عمر بڑے غموں میں گزری ہے۔ اس وقت وہ کافی تکلیف میں دکھائی دے رہا تھا۔ سانس اندر لے جانے میں اسے دقت محسوس ہورہی تھی۔ نبض کی رفتار بھی تیز۔ سینہ ہر سانس کے ساتھ اندر اور باہر ہوتا۔ اسے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں داخل کردیا گیا۔ سانس کی بندش کی وجہ سے زبان بند ہوگئی تھی بات کرنا بہت مشکل، سانس کھولنے کی ادویات تجویز کردی گئیں۔ آکسیجن ماسک کے ذریعے دی جانے لگی۔ باوجود

ادویات کے جو انجکشن کی شکل میں اور مشین کے ذریعے دی جا رہی تھیں اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی حالت اس حد تک پہنچ گئی کہ سانس لینے کے پٹھے بھی تھک گئے، اب وہ اپنے پورے جسم کو حرکت دے کر سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا، تکیے کو اپنے سامنے رکھ کر سر اس پر رکھ دیا اور آکسیجن ماسک کو ہٹا دیا۔ سیدھا تو لیٹ سکتا نہیں تھا بس بیٹھے بیٹھے اس نے ۳۶۔۴۸ گھنٹے گزارے۔ وہ اس سے پہلے بھی کافی دفعہ ہسپتال میں داخل ہو چکا تھا لیکن اس دفعہ کا داخلہ آخری تھا۔ پاس بیٹھے بیوی بچے اسے حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ میں جب بھی راؤنڈ کے لیے جاتا مجھے ایک آس کے ساتھ دیکھتے کہ شاید یہ کچھ کرے میں کچھ دیر وہاں کھڑے انکے احساسات کو محسوس کرنے کی کوشش کرتا کچھ اپنی تجویز کردہ دوائیوں میں ردوبدل کرتا تاکہ ان کو تسلی ہو لیکن ان کو تسلی تو تب ہوتی جب ان کا والد ٹھیک ہوتا۔ اب اس مریض کی حالت یہ تھی کہ اوندھے منہ لیٹے بیچ میں تکیہ رکھے بہت ہی آہستہ آہستہ سانس لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ بقول خواجہ مجذوب صاحب کے

ے
کچھ خبر بھی ہے تجھے اے تشنہ کامِ زندگی
ہو چکا پُر اب چھلکنے کو ہے جامِ زندگی
جو تجھے کرنا ہے کر لے آخری سانسیں ہیں اب
بھیس میں اس صبحِ پیری کے ہے شامِ زندگی

کچھ دیر گزری اس کی بے ترتیب سانسیں ترتیب سے خاموش ہو گئیں، جسے لیٹنا مشکل تھا اب آسانی سے لِٹا دیا گیا۔ ہاتھ سیدھے کر دئے گئے، ٹھوڑی باندھ دی گئی، مسافر کو سٹریچر پر ڈال کر لے گئے تاکہ اگلی منزل پر جانے کی تیاری کی جا سکے۔ اب اس کی قریب کی مسجد میں اعلان ہوگا موت واقع ہونے کا اور جنازہ کا۔

ے
کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے
تا بہ کے غفلت، سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے
ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(جاری ہے)

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

دین میں سمجھ بوجھ ضروری ہے: فرمایا کہ اکثر لوگ نفل حج کے لیے ماں باپ کو بھیج رہے ہوتے ہیں لیکن سُود کے پیسوں سے، اور مقصد پیچھے وہی دُنیا ہے کہ ہمارے ماں باپ حاجی صاحبان کے طور پر مشہور ہوں۔ یا خود بار بار حج کرتے ہیں تاکہ الحاج کہلائیں حالانکہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ ادا نہیں کرتے۔ یا ماں باپ کی وفات ہو جاتی ہے اور ان کے ذمے دس سال کی قضا نمازوں کا کفارہ آتا ہے تو بجائے اس کو ادا کرنے کے نفل حج کرا رہے ہیں۔

شریعتِ محمدی ﷺ: فرمایا کہ اگر ساری دُنیا کے ماہرینِ قانون، معیشت دان، ماہرینِ سیاست وغیرہ مل جائیں اور سو یونیورسٹیاں ہوں اور وہ سو سال تک کام کریں اور ہر سال پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے نکالا کریں تو بھی وہ شریعت نہیں دے سکتے ہیں جو قرآن نے دی ہے۔ جب قرآن کو پڑھا جاتا ہے تو اس کے مختلف حقائق سن کر انسانی دِل گواہی دیتا ہے کہ واقعی آسمانی ہدایت ہے۔ جب قاری صاحب قرآن میں طلاق کے مسائل پڑھتا ہے تو میرا دل اس وقت گواہی دیا کرتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کی کتاب ہے۔ طلاق کے ایسے زبردست قوانین بیان کیے گئے ہیں اور ایسی جزئیات بتائی گئی ہیں اور معاشرے کو دُرست کرنے کی ایسی ترتیب بتائی ہوئی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

آدابِ معاشرت سے ناواقفیت: فرمایا کہ کئی آدمیوں کے دُنیا کے کام اس لیے رُکے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ آدابِ معاشرت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک بھتیجے سے کپڑے کی دُکان کھلوائی تو اس نے پیغام بھیجا کہ دُکان نہیں چلتی۔ میں نے پوچھا کہ کیوں نہیں چلتی؟ تو اس نے کہا کہ مجھ سے لوگوں کی خوشامدیں نہیں ہوتیں، دوسرے دُکاندار آنے والوں کو سلام کرتے ہیں، ان کو بٹھاتے ہیں اور چائے وغیرہ کا پوچھتے ہیں۔ ہم سے ایسی خوشامدیں نہیں ہوتیں۔ تو میں نے اس سے کہا کہ اللہ کے بندے جو آدمی تیرے پاس آ رہا ہے وہ تو تمہارا مسلمان بھائی ہے، اس کا اعزاز کرنا اور اسے چائے پانی کا پوچھنا تو اس کا اسلامی حق ہے۔ اگر تیری روزی اس کی جیب سے ہوئی تو اللہ تجھے دِلا دے گا ورنہ ثواب تو کہیں نہیں گیا۔

ہمارے بعض ساتھی ہم سے بڑے اچھے طریقے سے ملتے ہیں، ہاتھ چومتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں کہ دیکھنے والے یوں سمجھتے ہیں کہ بڑے متواضع ہیں لیکن اگر باہر کی زندگی میں دیکھیں تو ہر جگہ ناکام، ہر جگہ لڑائی جھگڑا۔

ساتھیوں کو بڑی حیرت ہوتی ہے کہ بڑا اچھا ساتھی ہے، کتنی خدمت کرتا ہے اور کتنی محبت کرتا ہے تو میں ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ مجھ سے تو کر رہا ہے لیکن ہر کسی سے نہیں کرتا۔

آدابِ معاشرت ہی انسانی حقوق ہیں: فرمایا کہ اصل میں جو آدابِ معاشرت ہیں وہی انسانی حقوق ہیں۔ لیکن NGO کے خبیثوں نے ان چیزوں کو انسانی حق قرار دیا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو فحاشی اور بدکاری کی اجازت دینا انسانی حق ہے، اور دوسرا جو اِن کا ٹارگٹ ہے وہ توہینِ رسالت ﷺ ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ بدکاری عام ہو جائے اور توہینِ رسالت ﷺ کا قانون ختم ہو جائے۔ یہ لوگ جن چیزوں کو اِنسانی حقوق (Human Rights) کہتے ہیں تو یہ اِن کی خباثت ہے اور ایک سازش ہے جو یہ دُنیائے اسلام کے خلاف چلا رہے ہیں۔ یہاں ایک NGO نے لڑکیوں کے سکول میں ایک پروفارمہ بھیجا جس میں معصوم بچیوں سے یہ پوچھا گیا تھا کہ تمہارے کتنے لڑکوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور کس حد تک ہیں، صرف چھونے کی حد تک ہیں یا چومنے تک وغیرہ۔ میں نے اس کے خلاف کافی ہنگامہ کیا۔ عالمی سطح کی عیسائی مبلغ عورت مدر ٹریسا نے مرتے وقت کہا تھا کہ آئندہ پچاس برسوں میں بنگلہ دیش ایک عیسائی ملک ہوگا (اللہ نہ کرے)۔

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ: فرمایا کہ یہ جو پہلی آیت میں پڑھتے ہیں ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے) یعنی ہم آگے ایک ہدایت کا نظام بیان کریں گے، ایک نظامِ زندگی اور اس کے نتائج بیان کریں گے۔ وہ نظام جب اپنی ترتیب کے ساتھ وجود میں آ گیا تو وہ نتائج تمہارے سامنے آ کر رہیں گے اور تم یہ بات ماننے پر مجبور ہو جاؤ گے کہ اس میں شک نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ غزوۂ خندق میں جب کافروں کے مقابلے میں بہت کم تعداد اور ہتھیاروں کے ساتھ مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا تھا تو اس وقت حضور ﷺ پیشنگوئی فرما رہے تھے کہ تم رُوم فتح کرو گے، تم فارس (ایران) فتح کرو گے تو اس پر منافقین ہنستے تھے۔ لیکن یہ ہو کر رہا اور سارے انسانوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ میں چٹائی پر بیٹھا ہوا ایک شخص (حضرت عمرؓ) جس کے کُرتے پر چودہ پیوند تھے "ورلڈ آرڈر" چلا رہا تھا۔ ایرانیوں کا مشہور جرنیل ہرمزان اسی حالت میں آپؓ کے سامنے گرفتار کر کے پیش کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت ہرمزان سے سوال کیا کہ "ہرمزان کیا حال ہے؟" تو اس نے جواب دیا کہ جب تک آپؓ کا اور ہمارا مقابلہ تھا تو ہم غالب تھے اور آپؓ مغلوب تھے۔ لیکن آپ نے وہ زندگی اختیار کی ہے کہ ہمارا اور اللہ کا مقابلہ ہو گیا لہٰذا ہم مغلوب ہو گئے۔ تو وہ نتائج سامنے آئے۔ اس ماحول میں جس کا ایمان نہیں تھا وہ اس بات کو مان نہیں سکتا تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ لیکن لاریب فیہ کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح روئی کو پٹرول میں ڈبو کر دِیا سلائی قریب کریں تو آگ ضرور جلتی ہے، اسی طرح اگر ہم نماز قائم کریں، روزے کا نظام قائم کریں، حیا کا نظام قائم ہو، معیشت کا اسلامی نظام قائم ہو تو یقیناً نتائج

سامنے آئیں گے اور کفر مغلوب ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کافر کو تمہارے سامنے ذلیل کر کے کھڑا کرے گا۔ لیکن اگر مسلمانوں کی صورتیں کافر جیسی ہوں، معیشت کافر جیسی ہو اور لباس کافر جیسا ہو تو پھر کافر کیسے غالب نہ ہوگا!

اعمال کی خرابی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ھے: فرمایا کہ میں فقرا کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ کسی نے آ کر بتایا کہ وزیر اعظم نے حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ میں سُود کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی ہے۔ تو ایک فقیر نے کہا کہ ''اب یہ لڑکی اس کی گردن پر چڑھ جائے گی''۔ چند دنوں میں حکومت ختم ہوئی اور عورت اس کی گردن پر سوار ہوگئی۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب ہوتے ہیں جو خراب اعمال کے نتیجے میں آتے ہیں۔

اکثر مصیبتیں شرعی حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آتی ھیں: فرمایا کہ ہمارے ایک پروفیسر صاحب تھے ان کی شادی ہوئی۔ ان کے چار مکان کرائے پر تھے اور ایک مکان میں سب خاندان والے رہ رہے تھے۔ ان کے گھر میں کافی عورتیں تھیں بعد میں عورتوں کے تعلقات خراب ہو گئے۔ ایک دفعہ ہمارے ساتھ وہ اعتکاف میں بیٹھے تو ان پر اتنی توجہ ہوئی کہ خیال ہو رہا تھا کہ کچھ عرصہ بعد ان کی خلافت ہو جائے گی۔ اُن سے میں نے کہا کہ اپنی بیوی کو الگ کر لیں۔ اُنھوں نے اس بات کو نہیں مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ بعد جھگڑوں کی وجہ سے اُن کی بہن دماغی مریض، وہ خود اور اُن کی بیوی دماغی مریض ہو گئے اور ساری استعداد ختم ہوگئی۔ محض ایک شرعی حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ ساری مصیبت آئی۔

رواجی دِینداری اور شرعی دِینداری: فرمایا کہ ہمارے ہاں رواجی دِینداری ہے شرعی دِینداری نہیں ہے۔ ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب کی شادی ہوئی، ان کے پاس ہاسٹل میں ایک کمرہ تھا اور ساتھ ایک چھوٹا سا برآمدہ۔ اس میں یہ دونوں اور ساتھ اس کے والدین اور والدین نے دوسرے بیٹے کو بیوی بچوں سمیت بلا لیا کہ ہماری خدمت اِس کی بیوی نہیں کرتی وہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بیوی کو ایک چارپائی دے دی کہ اس پر تیرا حق ہے۔ کچھ عرصہ ہنگامے اور جھگڑے ہوئے تو بیوی رُوٹھ کر چلی گئی۔ انھی دِنوں میں نے اپنی کتاب ''اصلاح نفس'' تقسیم کی تھی جس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ نہ تو ماں باپ کی خاطر آدمی بیوی کے حقوق ضائع کرے اور نہ ہی بیوی کی خاطر ماں باپ کے۔ ان ہی دنوں ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب نے بہو کی پٹائی بھی کردی، کیونکہ سُسر یہ سمجھتا تھا کہ باقی حقوق کے ساتھ ساتھ ایک میرا حق بہو کی پٹائی کرنے کا بھی ہے۔ حالانکہ پٹائی کا حق تو خاوند کو بھی نہیں ہے۔ آدمی بیوی کو صرف نماز ترک کرنے پر مار سکتا ہے اور میلا کچیلا رہنے پر مار سکتا ہے کہ عورت جب باہر جا رہی ہو تو خوب بن سنور کر جائے اور گھر میں میلی کچیلی رہے تو اس پر مار سکتا ہے۔ کھانے میں نمک کی کمی زیادتی پر پٹائی نہیں کر سکتا۔ اور پٹائی کا طریقہ بھی یہ ہے کہ

پتلی شاخ سے پنڈلیوں اور رانوں پر اتنا مارے کہ نشان نہ پڑے اور ہڈی نہ ٹوٹے۔ یہ پٹائی بھی جائز ہے بہتر نہیں ہے۔ آدمی کی نا اہلی کا ثبوت ہے کہ وہ بات پٹائی تک لے آئے۔

اہل اللہ کے پاس تربیت اور اصلاح کی نیت سے جانا چاہیے: فرمایا کہ بزرگوں کے سلاسلِ تصوف کا تعارف اور چرچا تو اُمتِ مسلمہ میں موجود ہے، اور ان کی خدمت میں حاضری کا بھی کسی نہ کسی درجے میں رواج ہے۔ لیکن حاضری کی نوعیت دُرست نہ ہونے کی وجہ سے ان سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔ عموماً لوگ اپنی مشکلات کے حل کی دُعا، بیماریوں کے لیے دَم تعویذ، ان کے بااثر مریدین تک پہنچنے کی سفارش وغیرہ کو مدنظر رکھ کر بزرگانِ سلاسل کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اتفاقاً جہاں سے ان کے یہ مسئلے حل ہو جائیں وہاں ان کا اعتقاد بڑھ جاتا ہے، خواہ وہ حضرات کاملین محققین ہوں یا نہ ہوں۔ یہاں ایک لطیفہ یاد آیا کہ بندہ کے ایک محترم دوست اور اسلامیہ کالج کے پروفیسر کے عزیز پاکستان کی ایک بہت اُونچی پوسٹ کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ ان کو کسی خوش فہم نے بتایا کہ اسلام آباد میں کسی مزار پر کوئی گدی نشین بیٹھے ہیں جو تکوینی سلسلہ کے بزرگ ہیں، ان سے رابطہ کیا جائے۔ یہ صاحب اُن داڑھی منڈے ''بزرگ'' کے پاس گئے اور اپنے کام کے لیے درخواست کی، آگے سے جواب ملا کہ ایک گھنٹے کے بعد ''بابا صاحب'' بتائیں گے کہ کام ہوا کہ نہیں۔ بزرگ موصوف نے اسٹیبلشمنٹ سیکشن کے ڈپٹی سیکرٹری کو ٹیلی فون کیا اور سائل کی پروموشن فائل کا پوچھا۔ ڈپٹی سیکرٹری نے بتایا کہ ابھی فائل وزیراعظم سے دستخط ہو کر آگئی ہے۔ چنانچہ سائل جو ایک گھنٹہ بعد گئے تو مذکورہ بزرگ نے بتایا کہ ''کام کروا دیا گیا ہے''۔ سب بڑے متاثر ہوئے۔ لیکن بعد میں ڈپٹی سیکرٹری نے ہمارے پروفیسر صاحب کو حقیقت حال بتائی تو بزرگ کی ساری بزرگی کا پول کھل گیا۔ اس طرح کی باتیں کفار کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ اہل اللہ کے پاس تربیت اور اصلاح کی نیت سے جائے، صرف مسائل کے حل کے لیے نہ جایا کرے۔ وہ مریدین اور آمد و رفت والے حضرات جو اصلاح اور تربیت کے لیے آتے ہوں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوں تو اہل اللہ ان کے مسائل کے متعلق خود ہی متفکر ہو جاتے ہیں، وہ بیان کریں یا نہ کریں، خود ان کے لیے دُعا کرتے ہیں اور یہ بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اور نتیجے میں اصلی فائدہ یعنی اصلاح اور آخرت کا فائدہ ملتا ہے اور ضمناً دُنیا کے مسائل کا حل بھی بطریقِ احسن ہو جاتا ہے۔

فیض اور قبولیتِ دُعا کے بغیر واپس آنا: فرمایا کہ ایک اور بات عام طور سے مشہور ہے کہ مشائخ کے پاس خالی جاؤ گے تو خالی واپس آؤ گے۔ اس کی عموماً لوگ یہ تشریح سمجھتے ہیں کہ ہدیے کے بغیر جاؤ گے تو فیض اور قبولیتِ دُعا کے بغیر واپس آؤ گے۔ حالانکہ ایسی بات قطعاً نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اعتقاد اور محبت سے بھرے ہوئے جاؤ گے تو ضرور فائدہ اُٹھا کر آؤ گے اور اگر اعتقاد اور محبت سے خالی جاؤ گے تو خالی واپس آؤ گے۔ چنانچہ ایک

دفعہ حضرت اخوند درویزہ باباؒ، حضرت پیر باباؒ کی خدمت میں کافی عرصہ کے بعد حاضر ہوئے اور عذر یہ کیا کہ خالی ہاتھ تھا اس لیے نہیں آیا۔تو پیر باباؒ نے فرمایا کہ میں تو اللہ کا نام سیکھنے والے طالبین کے لیے یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ ہدیے اور شکرانے والے لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے پکڑا ہوا ہے کہ ہماری ضروریات پوری کریں۔بعض لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ملاقات کے وقت پہلے شکرانہ دے دیا جائے کہ پھر توجہ زیادہ ہوگی ،تو اس بات کو جان لینا چاہئے کہ اگر دل میں محبت، اعتقاد اور خلوص نہ ہو تو محض شکرانے سے اہل اللہ کے قلوب متوجہ نہیں ہوا کرتے۔

وساوس: فرمایا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ ''کوئی بات جب تک تیرے نفس کے اندر ہو تو یہ عیب نہیں ہے، عیب تب بنتا ہے جب تُو اس کے تقاضے پر عمل کرلے''۔جب تک تقاضا نفس کے اندر رہتا ہے اور انسان اس پر عمل نہیں کرتا تو اسے نفس کی مخالفت کرنے کا ثواب مل رہا ہوتا ہے۔

شیطان سب سے پہلے ذاتِ باری تعالیٰ اور توحید کے متعلق وساوس لاتا ہے۔کبھی انسان کو یہ وسوسہ آتا ہے کہ معلوم نہیں کہ میں مسلمان بھی ہوں کہ نہیں......وغیرہ تو یہ وساوس آنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے بلکہ جس آدمی کی ایمانی حالت ترقی کررہی ہوتی ہے تو اس کو اتنے ہی وساوس زیادہ آتے ہیں، اور شیطان زیادہ مقابلہ کرتا ہے۔اب آدمی اگر ان وساوس سے پریشان ہو تو شیطان خوش ہوتا ہے، کیونکہ اگر شیطان کچھ بھی نہ کرسکے تو اس کی آخری کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ مؤمن بندہ پریشان تو رہے۔اسی طرح نوجوان لوگوں کو شہوانی اور شادی بیاہ کے خیالات آتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تباہ و برباد ہوگئے۔حالانکہ جب تک آدمی گناہ کے تقاضے پر عمل نہ کرے تو اس کو گناہ نہیں ہوتا بلکہ اس تقاضے کی مخالفت کا ثواب ہوتا ہے، اور اس کی ترقی ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔

مایوسی: فرمایا کہ ایک چال شیطان کی یہ ہے کہ آدمی کو مایوس کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تُو نیک مجالس اور مساجد وغیرہ میں جانے کے قابل نہیں ہے۔اس طرح اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ آدمی کو نیک ماحول سے کاٹ دے۔جب آدمی مایوس ہوکر صالح ماحول کو ترک کردیتا ہے تو شیطان کا راستہ کھل جاتا ہے۔حالانکہ آدمی جتنا بیمار ہوتا ہے اس کو علاج کی اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ماں باپ کو بھی جو بچہ بیمار ہو اس پر زیادہ شفقت ہوتی ہے، اور اس کی زیادہ فکر ہوتی ہے، اس لیے آدمی سے اگر گناہ ہو بھی جائے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔اگرچہ دن میں سو بار گناہ ہو تو سو بار توبہ کرنی چاہئے، توبہ تو اس کو کہتے ہیں کہ جب آدمی توبہ کررہا ہو تو اس وقت سچے دل سے اس کا اِرادہ یہ ہو کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا، گو ایک گھنٹے بعد پھر وہی گناہ ہوجائے۔تو آدمی دِن میں جتنی بار توبہ کرے گا اسے اتنی بار ہی ثواب ملے گا۔تو ہر انسان کو چاہیے کہ توبہ تائب رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار رُجوع کرنے والا ہو۔

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (پچیسویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ کی تواضع: (پیدائش ۱۸۷۹ء، وفات ۱۹۵۷ء)

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی واپسی میں حضرت مدنیؒ کی دلچسپی:

پاکستان بن جانے کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بھی ہجرت کر کے یہاں آگئے۔ مگر وہاں دارالعلوم دیوبند، نظم واہتمام اور تعلیمی و دینی خدمات کے حوالے سے ان کی واپسی ضروری سمجھی گئی مگر اب راستے ہمیشہ کے لئے مسدود ہو چکے تھے۔ بالآخر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اس کے مدعی بن گئے، مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملے، پنڈت جواہر لال سے حضرت حکیم الاسلام کی واپسی کے احکامات صادر کرائے بالآخر آپ واپس آئے۔ اس واپسی کا منظر حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ نے خود بیان فرمایا۔ ابتدا میں جب میں یہاں سے پاکستان گیا، تین ماہ بعد جانا ہوا کچھ رکاوٹیں پیش آئیں تو اللہ نے دور فرما دیں، اس سلسلے میں حضرت مدنیؒ کو بڑا اہتمام تھا کہ وہ آئیں۔ ان کے کان میں پڑی کہ وہ آنا نہیں چاہتا حالانکہ یہ واقعہ نہیں تھا۔ اس دفعہ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ نہ آیا تو میں خود جاؤں گا اور اسے لے کر آؤں گا اور پھر بھی نہ آیا تو میں ہندوستان چھوڑ کر مدینہ منورہ چلا جاؤں گا۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ یہاں پڑا رہوں۔ تو جب میں پہنچا تو عجیب کیفیت تھی، خود حضرت مدنیؒ سٹیشن پر، سارا دارالعلوم، شہر کے ہزاروں آدمی، تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔

خیر مدرسہ کے طلباء کا جمِ غفیر بھی تھا۔ حضرت مدنیؒ نے مدرسے میں اگلے دن فرمایا کہ ہم جلسہ کریں گے۔ میں نے کہا کیا ضروت ہے میں وہاں کیا کہوں گا؟ آپ کی یہ علم پروری اور اصاغر نوازی کافی ہے کہ آپ نے تکلیف فرمائی۔ فرمایا نہیں! نہیں! جلسہ ہوگا۔ اس جلسہ میں حضرت مدنیؒ نے تقریر فرمائی اور تقریر کی ابتداء اس شعر سے کی؛

اے تماشہ گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا مے روی

(ترجمہ: اے وہ شخصیت جس کا چہرہ ساری دنیا کے لئے تماشہ گاہ ہے، تو کس لئے تماشے کے لئے جا رہا ہے۔)

اس پر تمام لوگوں کے آنسو نکلے اور میری بھی کیفیت عجیب ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت! ان جملوں کو قیامت کے دن بھی یاد رکھیئے گا جو آج فرمائے ہیں۔ آپ کا ارشاد میرے لئے دستاویز ہے وہاں کی نجات کے لئے۔ میری یہ کیفیت کہ بولا نہ جائے، پوری مجلس پر گریہ طاری ہوگیا۔ عجیب کیفیت تھی۔ (مقالات وارشادات، عبیداللہ انور، ص:۱۲۱)

اس موقع پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی تقریر سے پہلے یہ شعر پڑھا۔۔۔

کہاں میں کہاں یہ نگہتِ گل

نسیمِ صبح تیری مہربانی

پھر فرمایا: اب جب کہ میری واپسی کی ساری تدابیر مسدود ہو چکی تھیں یہ حضرت مدنیؒ کی مہربانی ہے کہ میں آج پھر یہاں حاضر ہوں۔ (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، ص: ۶۸۷)

وسیلۂ نجات:

خطبات حکیم الاسلام میں حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی اس موقع پر کی جانے والی مفصل تقریر نقل ہوئی ہے۔ برادر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ بنوری کے توجہ دلانے پر اس کے بعض متعلقہ اقتباس بھی نذر قارئین ہے۔

مندرجہ بالا شعر ''کہاں میں کہاں یہ نگہتِ گل'' پڑھنے کے بعد فرمایا میں حیران ہوں کہ بیان تاثرات کے اس بوجھ کو کس طرح اٹھاؤں، مجمع اکابر کا ہے، اساتذہ کا اجتماع ہے، بزرگوں کے اجتماع میں قوتِ گویائی یارا نہیں دیتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی۔ ارشاد ہے کہ اپنے تاثرات کا اظہار کروں جو ہر شخص کچھ نہ کچھ سفر سے لے کر آتا ہے۔ حضرت مولانا سید مہدی حسن صاحب نے اپنی نظم میں جس تاثر کا اظہار فرمایا وہ میرے لئے باعثِ فخر ہے اور حضرت شیخ مدظلہٗ العالی (حضرت مدنیؒ) کے بارے میں تو میں کیا عرض کروں وہ تو ہم سب کے لئے انشاء اللہ وسیلۂ نجات ہیں۔ حضرت نے اس نا کارہ کے بارے میں جو کلمات فرمائے ہیں، میری درخواست یہ ہے کہ وہ انہیں یاد رکھیں اور قیامت میں انہی الفاظ میں گواہی دے دیں تا کہ میرے لئے وہاں نجات کا باعث ہوں کہ یہ کلمات ہی میرے لئے دستاویزِ نجات ہیں۔ (اس موقع پر وفورِ جذبات سے حضرت مہتمم صاحب پر رقت وگریہ طاری تھا۔ ممدوح کیا اس حالت کا مجمع پر بھی زبردست اثر پڑا اور لوگوں کے بے ساختہ آنسو نکل آئے) چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا، میرے اصرارِ واپسی کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں نے بھی کہا کہ آپ کے قلب میں قیام سے توحّش کی بناء در حقیقت حضرت شیخ مدنیؒ کا تصرف ہے جو وہ بیٹھ کر رہے ہیں اور اس لئے یہاں سے اُکھڑ رہے ہیں۔ بہر حال میرا قلبی رخ کسی بھی وجہ سے ہو، یہی تھا کہ میں حاضر ہوں۔ الحمد للہ کہ حاضری ہوگئی۔ باقی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت کی حاضری حضرت شیخ مدنیؒ کی ظاہری و باطنی توجہ بلکہ تصرف سے ہوئی اور دار العلوم کی خدمت کا دوبارہ موقع ملا۔

(خطباتِ حکیم الاسلام، جلد ۵، ص ۳۰۵)

سراپا خدمت:

مولانا نصر اللہ خان عزیز، ایڈیٹر ایشیا لاہور، تحریر فرماتے ہیں:

مولاناؒ ایک عظیم المرتبت عالم، محدث اور فقیہہ ہونے کے باوجود ایسے رفیق سفر ہیں جو خدمت لینے کے بجائے خدمت کرتے ہیں۔ ریل کے سفر میں وہ شدید سردی کے موسم میں بھی خود وضو کرتے ہیں اور پھر سٹیشنوں پر اُتر کر رفقاء کے لئے لوٹے میں پانی بھر کر لاتے ہیں اور پاؤں دبا کر بیدار کرتے ہیں پھر وضو کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ عام طور پر علماء اپنے مزاج کی یبوست اور غیر ضروری سنجیدگی کے لئے بدنام ہیں مگر عالم اسلام کی یہ سب سے بڑی شخصیت ہر وقت مسکراتی رہتی ہے۔ (انفاسِ قدسیہ بحوالہ اخبار ُشریعت ٗحسین احمد نمبر)

وسعتِ اخلاق و جذبۂ خدمتِ خلق:

حضرت اثنائے سفر ٹرین میں دوسرے مسافروں کی آمد سے کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے بلکہ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی جگہ دیتے اور جب کھانے کا وقت ہوتا تو با اصرار کھانے میں شریک کرتے۔ صرف یہی نہیں بلکہ رفیق سفر کی ہر ممکن خدمت انجام دینے کی سعی فرماتے، اس سلسلے میں مسلم وغیر مسلم کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

رفقاء سفر کے پائوں دباتے:

حضرت مولانا ابوالوفا صاحبؒ ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ وہ پنجاب سے واپس ہو رہے تھے۔ حضرت مدنیؒ کے علاوہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی ساتھ تھے۔ ایک بار مولانا ابوالوفا صاحبؒ کو محسوس ہوا کہ کوئی صاحب ان کا جسم نہایت آہستگی کے ساتھ دبا رہے ہیں۔ ان کو آرام محسوس ہوا اور یہ سمجھ کر کہ پنجابی حضرات علماء کے ساتھ اکثر و بیشتر اسی قسم کی ارادت کا ثبوت دیتے ہیں کوئی تعارض نہ کیا۔ جب کافی دیر ہوگئی تو انہوں نے چادر سے منہ کھول کر دیکھا کہ آخر یہ کون صاحب ہے اور دیکھتے ہی بدحواس ہوگئے کہ حضرت مدنیؒ خود بدن دبا رہے تھے۔ وہ گھبرا کر اُٹھے تو دیکھا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی بیٹھے ہوئے اپنا منہ پیٹ رہے تھے کہ حضرت نے مجھے بھی گناہگار کیا اور اب آپ کی باری تھی۔

(شیخ الاسلام نمبر؛ ۴۷)

عظمتِ مدنیؒ کا ایک اہم پہلو:

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت والد صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عام طور سے لوگوں نے حضرت مدنیؒ کی صرف سیاسی جدو جہد کا ان کا کمال سمجھ لیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سالہا سال حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت وصحبت میں رہنے کی جو توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے شیخ کی خدمت اور عقیدت ومحبت میں اپنے آپ کو جس طرح فنا کیا اور اپنی عام زندگی میں اپنے شیخ کے اوصاف وکمالات کو جس طرح منعکس کرنے کی کوشش کی، حضرت مدنیؒ کی عظمت کے اس پہلو کو اتنا اُجاگر نہیں کیا گیا جتنا اس کا حق تھا۔

حضرت مدنیؒ چبوترے پر لیٹ گئے:

فرمایا اگر چہ حضرت مدنیؒ کو حضرت تھانویؒ کے سیاسی مسلک سے اختلاف تھا لیکن اُن کے قلب میں نہ صرف حضرت تھانویؒ کی قدر و منزلت کم نہ تھی بلکہ وہ حضرت تھانویؒ کے ساتھ اپنے بڑوں جیسا معاملہ بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ عین اُس زمانے میں جب کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کا سیاسی اختلاف الم نشرح ہو چکا تھا ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ نے دیوبند کے بعض اساتذہ سے کہا کہ عرصہ ہوا ہمارا تھانہ بھون جانا نہیں ہوا اور حضرت تھانویؒ کی زیارت کو دل چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت مدنیؒ اور دارالعلوم کے بعض اساتذہ تھانہ بھون روانہ ہوئے، اتفاق سے گاڑی رات گئے تھانہ بھون پہنچی اور یہ حضرات ایسے وقت خانقاہ کے دروازے پر پہنچے کہ خانقاہ بند ہو چکی تھی۔ ان حضرات کو یہ معلوم تھا کہ خانقاہ کا نظام الاوقات مقرر ہے اس لئے نہ اس نظام کی خلاف ورزی مناسب سمجھی اور نہ حضرت تھانویؒ کو رات گئے تکلیف دینا پسند کیا، چنانچہ حضرت مدنیؒ اپنے رفقاء سمیت خانقاہ کے دروازے کے سامنے چبوترے ہی پر لیٹ کر سو گئے۔ حضرت تھانویؒ فجر کی اذان کے وقت جب اپنے مکان سے خانقاہ کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ چبوترے پر لیٹے ہوئے ہیں اندھیرے میں صورتیں نظر نہ آئیں، چوکیدار سے پوچھا اُس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو حضرت مدنیؒ اور مولانا اعزاز علیؒ جیسے حضرات تھے۔ حضرت تھانویؒ اچانک انہیں دیکھ کر مسرور بھی ہوئے اور اس بات کا صدمہ بھی ہوا کہ یہاں پہنچ کر اس حالت میں انہوں نے رات گزار دی۔ چنانچہ اُن سے پوچھا کہ آپ حضرات یہاں کیوں سو گئے؟ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم تھا کہ یہاں ہر چیز کا نظام مقرر ہے ، خانقاہ اپنے مخصوص وقت پر بند ہوتی ہے اور پھر نہیں کھلتی۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ خانقاہ کا نظم تو بلاشبہ یہی ہے لیکن غریب خانہ تو حاضر تھا اور اُس پر تو آپ جیسے حضرات کے لئے کوئی پابندی نہ تھی۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا ہم نے رات گئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔

اس طرح یہ حضرات ایک دو روز رہ کر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت والد صاحبؒ یہ واقعہ سنانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اس اہلیت اور اس تواضع و مسکنت کی مثال پیش کر کے دکھائے۔

(اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص:۸۴)

نمازی کے چپل سیدھے کئے:

حضرت مولانا جمیل احمد سیوہارویؒ راوی ہیں: آج ایک چشم دید واقعہ نگاہوں کے سامنے ہے، حضرت مدنیؒ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دیوبند کی جامع مسجد سے باہر تشریف لا رہے ہیں، حسبِ معمول گویا پوری جماعت آپ کے ساتھ ہو گئی ہے، جو لوگ باہر نکل چکے ہیں وہ سیڑھیوں سے اور صدر دروازہ کے سامنے سراپا اشتیاق بنے کھڑے ہیں،

حضرتؒ ابھی پہلی سیڑھی پر ہیں کہ آپ کی نظر ایک چپل پر پڑتی ہے جو ٹھوکروں سے دوسری سیڑھی پر گر گیا ہے، آپ آگے بڑھتے ہیں اور گرے ہوئے چپل کو اُٹھا کر دوسرے چپل کے ساتھ ملا کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب ہزاروں نگاہیں ادب واحترام کے ساتھ آپ پر مرکوز تھی۔ ابھی آپ سیڑھیوں ہی پر تھے کہ ایک دوسرا واقعہ پیش آتا ہے، یوں تو سیڑھیاں حضرتؒ کے لئے تقریباً خالی ہو چکی تھیں لیکن کوئی دیہاتی بے خیالی یا عجلت میں آپ سے آگے ہو گیا اور جب ایک صاحب نے اُسے پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ کیا حضرتؒ وہیں کھڑے ہو گئے اور روکنے والے صاحب پر بے حد ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ کیا اُس کو حق نہیں ہے؟ پھر اُسے کیوں روکا۔ (شیخ الاسلام نمبر، ص:۱۰۳)

عهد کرو که آئنده حسین احمد کا جوتا نهیں اٹهائو گے:

حضرت مولانا خدا بخش صاحب لکھتے ہیں: مولانا عبداللہ صاحب فاروقیؒ ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں، لاہور میں قیام فرماتے ہیں، حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ سے بیعت ہیں اور حضرت شیخؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے، جس زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ دیوبند میں مقیم تھے اور مولانا حسین احمد مدنیؒ مدینہ طیبہ میں رہا کرتے تھے، اس زمانہ میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ کے یہاں قیام فرمایا، مولانا عبداللہ صاحب فاروقیؒ کا بیان ہے کہ ایک روز جب کہ میں حضرت مدنیؒ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو واپسی میں مولانا کا جوتا اُٹھا لیا۔ مولانا اُس وقت خاموش رہے لیکن دوسرے دن جب ہم نماز پڑھنے گئے اور نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے واپس ہونے لگے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحبؒ میرے جوتے اپنے سر پر رکھے ہوئے جا رہے ہیں۔ میں پیچھے پیچھے بھاگا، اس پر مولانا نے بھی تیز چلنا شروع کر دیا، میں نے بہت کوشش کی کہ جوتا لے لوں مگر لینے نہیں دیا۔ میں نے کہا خدا کے لئے سر پر تو نہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کے جوتے نہیں اُٹھاؤ گے۔ میں نے عہد کر لیا تب جوتا سر پر سے اُتار کر نیچے رکھا۔ (سوانح شیخ الاسلام، ص:۱۴۷تا۱۶۸)

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ عفو وکرم، صبر وتحمل اور تواضع وعبدیت کا پیکر تھے۔ آدمی شہرت وعزت، علم وکمال اور تصوف وسلوک میں بلند مقام پر پہنچ کر بھی نہ بدلے، بات چیت میں، رہن سہن میں، نشست وبرخاست میں اور کھانے پینے میں فرق نہ آیا، یہی ولایت ہے، یہی کرامت ہے اور عنداللہ یہی مقصود ہے۔ کسی نے کتنی پیاری بات کہی ہے۔
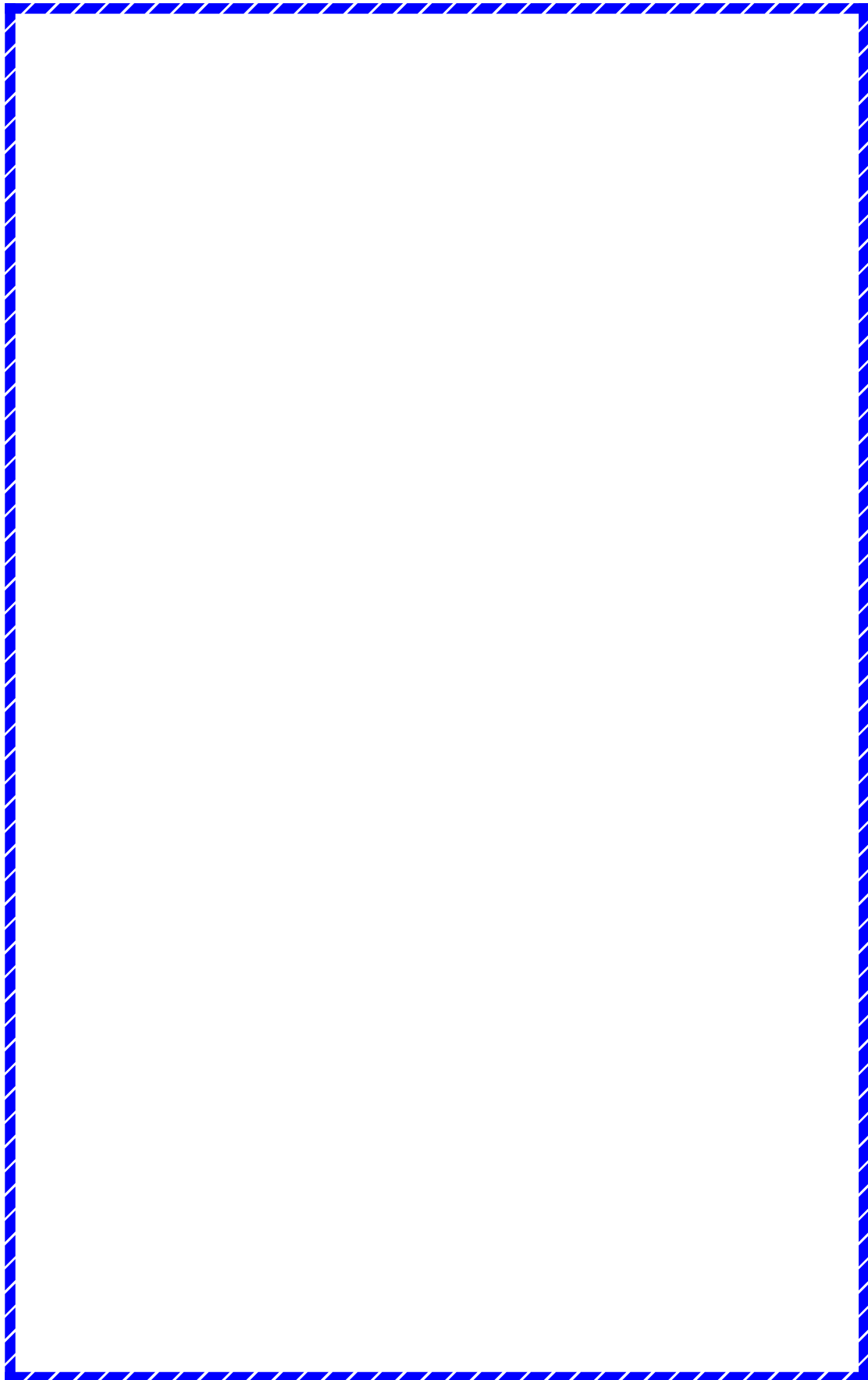
؎ خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں
اس زمینِ پست نے کیا آسماں پیدا کئے

(جاری ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدا محمد]